خشیت

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حامدا و مصليا أمابعد: فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم . بسم اللہ الرحمن الرحيم. ان الذين يخشون ربهم بالغيب لهم مغفرة واجر كبير. (الملک:۱۲)

خشیت کا معنیٰ:

بہت چھوٹی سی آیت ہے، سورۂ تبارک میں وارد ہے۔ اس میں مغفرت واجر کا دارومدار ایک خاص صفت کو قرار دیا ہے، جس کو عربی میں ''خشیت'' اور اردو میں ''ڈرنا'' کہا جاتا ہے، یہی وصف ایسا ہے کہ جب انسان پر غالب آتا ہے تو وہ فرائض وواجبات کی ادائیگی کا اہتمام کرتا ہے۔ نواہی محرمات ومکروہات سے اجتناب کرتا ہے، اس لیے کہ ڈرنے کے یہ معنی نہیں ہے کہ سوتے وقت کسی چیز کو دیکھ کر ڈر جائے، بلکہ ڈرنے کے معنی یہ ہیں کہ سوچ سمجھ کر ہر ایسی چیز سے ڈرا جائے جو انسان کے لیے دین ودنیا کے اعتبار سے نقصان دہ ہے۔ اس کے بعد ایک بڑا میدان ہے۔ مختصر لفظوں میں یہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے اس کے احکام کا اہتمام کرے اور احکام کے ٹوٹنے سے پرہیز کرے۔ سب سے پہلے فرائض کا اہتمام کرے۔ اللہ تعالیٰ نے نمازیں فرض کی۔ اس کو اس کے اوقات میں ادا کیا جائے۔ جماعتِ مسجد کے ساتھ ادا کیا جائے۔ روزہ، زکوٰۃ، حج بھی فرائض ہیں، اس کی بھی ترتیب علماء نے بیان کی ہے، اس کے مطابق اس کو ادا کرنا چاہیے۔ اس کے بعد ایک اور مرحلہ ہے، نواہی، محرمات سے اجتناب کا۔ اللہ تعالیٰ نے چوری، ڈکیتی، زنا وغیرہ کو حرام قرار دیا ہے آدمی اس کے قریب بھی نہ جائے۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت، ہیبت دل پر بیٹھ جائے۔

محرمات ومکروہات سے اجتناب:

ایک بچہ نے مجھ کو خط میں لکھ دیا کہ نگاہ کے غرر سے کیسے بچوں؟ تو میں نے لکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ کے

عذاب کا تصور کرو کہ یہ آنکھ جہنم میں گرمائی جائے گی۔ جب تک یہ نہ ہوگا، وہاں تک یہ نظر کا گناہ آدمی کے باطن سے باہر نہ جائے گا۔ اب بتاؤ اگر کوئی آدمی کوئی بھی کام کرے، اور اس پر اللہ تعالیٰ کا خوف غالب ہو تو کیا وہ یہ کوشش نہ کرے گا کہ اس کا عمل صحیح ہو، خراب نہ ہونے پائے؟ کوئی بھی عمل کرے گا اس کو اپنی فکر لگ جائے گی اور یہی وہ فکر ہے جس سے آدمی فرائض وواجبات ادا کرے گا۔ محرمات ومکروہات سے بچے گا اس کے بعد اس پر مغفرت واجر کبیر کا وعدہ ہے۔

محبت جذب کرتی ہے کمالات خفیہ کو:

سوال: اب ایک سوال دل میں آتا ہے کہ یہ خوف وخشیت پیدا کیسے ہوگی؟

جواب: اس کے حصول کے دو راستے ہیں: (۱) ایسے شخص کی صحبت سے پیدا ہوگا جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ وصف رکھا ہے۔ تو اس کی صحبت سے رفتہ رفتہ ڈرنے کا وصف پیدا ہو جائے گا۔

چناں چہ ایک طالب علم تھے، جو دو سال مجھ سے پیچھے تھے۔ میں حدیث شریف کا شوق رکھتا تھا ان کو تفسیر کا شوق تھا۔ وہ میرے پاس آنے لگے سال گزرنے کے بعد کہنے لگے کہ میری طبیعت تفسیر کی تھی اب حدیث کی بن گئی۔ ایسے ہی مؤمن کسی کے ساتھ اٹھے بیٹھے اس کا وصف اس میں منتقل ہوگا، شدہ شدہ۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب دو چیزیں ہوں (الف) اعتقاد سے ملے (ب) محبت سے ملے۔ کیوں کہ محبت ایک ایسا جوہر ہے کہ وہ دوسرے کے کمال کو اپنے اندر کھینچ لیتا ہے۔ ہمارے استاذ حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ فرماتے ہیں: ''محبت جذب کرتی ہے کمالات خفیہ کو۔''

بہرحال جس شخص سے آپ کو محبت ہے اس کے پاس آپ جا بیٹھے لیکن ہر جگہ یہ میسر نہیں ہوتا اور نہ ہر آدمی کو ایسا آدمی ہر جگہ ملتا ہے کہ اس کو اس سے اس درجہ اعتقاد ہو کہ وہ محبت کے درجہ تک پہنچا ہوا ہو۔ اور محبت اس کو اپنی طرف کھینچ کر لے آوے۔ (۲) دوسرا آسان راستہ یہ ہے کہ آپ اہل محبت کی باتیں پڑھیں، اس سے آپ میں یہ جذبہ پیدا ہوگا۔

اہل محبت اوران کے سردار:

اہل محبت کون لوگ ہیں دنیا جانتی ہے۔ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طاعت کا شوق کے ساتھ جذبہ عطافرمایا ہے یہ ہیں اہل محبت۔ اورسب کے سردار حضرت محمد ﷺ ہیں، لہٰذا ان سے محبت کیجیے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں حُبُّ الْحَبَائِبِ حِرْمَانٌ مَنْذَمَةٌ وثِق بحب رسول اللہ دنیا والوں کی محبت محرومی کا سبب ہے اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرو یہ تم کو آگے لے جائے گی، اورتمہاری رہنمائی کرے گی۔ اللہ کے رسول ﷺ کی محبت یہ ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے۔ حضور ﷺ کا ارشاد عالی ہے ۱۹ صحابہ رضی اللہ عنہم سے میرے علم کے مطابق منقول ہے، فرماتے ہیں: المرء مع من احب (بخاری:۶۱۶۸ / مسلم:۲۶۴۰ / مسند احمد:۳۷۱۸) آدمی اس کے ساتھ ہوتا ہے جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ مع من احب ساتھ ہونا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی اتباع واطاعت کرے ورنہ جو اتباع واطاعت نہ کرے تو پھر محبت کیسی؟

محبت نام کس کا......؟؟

اب سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کیسے محبت پیدا ہو؟ تو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ محبت نام ہے: میل النفس کا،کسی چیز کی طرف دل کا جھک جانا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ۱/ ۲۷۸) یہ اس وقت ہوگا جب آپ جھکاؤ کے اسباب اختیار کریں۔ اس کے پیدا ہونے کی دوصورتیں ہیں: (۱) اختیاری (۲) اضطراری۔ دوسری صورت یہ قرابت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ سب سے زیادہ اولاد کی محبت ہوتی ہے، پھر والدین کی محبت ہوتی ہے۔ پھر اعزہ واقارب سے ہوتی ہے۔ یہ محبت باب ایمان میں مطلوب نہیں ہے، بلکہ پہلی صورت باب شریعت میں مطلوب ہے۔ (التعلیقات المختصرۃ علی العقیدۃ الطحاویۃ ص:۱۷۸) ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جناب نبی کریم ﷺ سے عرض کیا واللہ یا رسول اللہ! لأنت أحب إليّ من كل شيئ إلا نفسي تو آپ ﷺ نے فرمایا: لا والذی نفسی بیدہ حتی أکون أحب إلیک من نفسک. تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: فإنک الآن یا رسول اللہ أنت أحب إليّ من نفسي. (بخاری: ۶۶۳۲، ۳۶۹۴)

یہاں سوال ہے کہ ابھی تو کہہ رہے تھے إلا من نفسی اور اسی گھڑی کہہ رہے ہیں کہ أنت أحب إلی من نفسی یہ محبت کیسے پیدا ہو جاتی ہے؟ اضطراری محبت اس طرح سے بدل نہیں جاتی، یہ تو اختیاری محبت ہے۔

اختیاری و عقلی محبت: ایثارُ مایُقتَضِیہِ العقل السلیم رجحانہ و ان کان علی خلاف ہوی النفس. ایسے چیز کو ترجیح دینا جو عقل سلیم کے تقاضہ کے مطابق ہو اگر چہ نفس کی جانب کے خلاف ہو۔ جیسے آدمی کو دوا کھانے کا جی نہیں چاہتا لیکن کھانی پڑتی ہے۔

ہاں میں ہاں......اور ''نا'' میں ''نا'':

اب یہیں رک جایئے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں سوچ لیجیے کہ انہوں نے جو کچھ دین و شریعت ہمارے لیے متعین کیا ہے۔ کیا اس میں ان کا کوئی فائدہ تھا۔ کوئی ذاتی غرض تھی نہیں بلکہ ہمارا ہی فائدہ تھا۔ دل فوراً تیار ہو جائے گا۔ جیسا کہ والدین کو اپنی اولاد سے محبت ہوتی تو بچہ کی ہر ہاں میں والدین ہاں ملاتے ہیں اور نا میں نا ملاتے ہیں۔ یہی چیز ہمیں اپنے اختیار سے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ کرنی ہوگی۔ ہاں میں ہاں اور نا میں نا۔ اب یہ چیز پیدا کیسے ہوگی؟ یہ اختیار سے ہوتی ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اختیار سے کیا۔ اسی طرح میں نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق پڑھا کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ حکم دیں تو اپنے نفس کو بھی قتل کر دوں، کون کہہ رہا ہے؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کی حالت کیا ہے؟ جنگ احد ہو رہی ہے کفار چاروں طرف سے آ رہے ہیں، اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ برچھا لے کر آگے آ رہے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: یا ابا بکر! ابقینی نفسک اے ابوبکر! میرے لیے اپنی جان بچاؤ! اس لیے کہ غلبہ کا وقت ہے۔ تمہارا بچنا میرے بچنے کا ذریعہ ہے۔ اور میرا بچنا دین کے بچاؤ کا سبب ہے، اس لیے اپنے آپ کو بچاؤ۔ گویا آپ ﷺ نے اپنی جان بچانے کے لیے نہیں کہا تھا، بلکہ دین کے بچاؤ کے لیے کہا تھا۔

و علمک ما لم تکن تعلم:

آپ ﷺ تو آئے ہی اس لیے تھے کہ دین کی نشر و اشاعت ہو۔ کیوں کہ جب آپ ﷺ کو نبوت عطا کی گئی، تو سب سے پہلے سورۂ اقراء کی پانچ آیات دی گئیں: اقرأ باسم ربک الذی خلق. خلق الانسان من

علق. اقرأو ربک الاکرم. الذی علم بالقلم. علم الانسان مالم یعلم. اپنے رب کا نام لے کر پڑھو! جس نے تم کو پیدا کیا۔ اور انسان کو دم بستہ سے پیدا کیا۔ پڑھو تمہارے رب بڑی کرامت و بزرگی والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قلم کے ذریعہ علم دیا، ایسی بات سکھادی جو وہ نہیں جانتا۔ علم کے ذریعہ انسان کو ہدایت کا راستہ ملتا ہے۔ اسی لیے ارشاد فرمایا: وعلمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما. (النساء/ ۱۱۳) اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا علم دیا ہے جس کو تو آپ جانتے بھی نہ تھے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔ علم جب آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضلِ عظیم کو لے کر آتا ہے۔

إنما بعثت معلما:

نبی کو سب سے پہلے علم عطا کیا گیا، پھر جب علم آ گیا تو سورۂ مدثر میں فرمایا: یاایھا المدثر قم فانذر. (۱-۲) اے چادر والے صاحب! اٹھو! اور اپنی قوم کو ڈراؤ! ڈرانا یہ نہیں کہ دیکھو وہ بچھو جا رہا ہے۔ وہ سانپ جا رہا ہے بلکہ انذار کے معنی خطرہ کی گھنٹی بجانا ہیں۔ آخرت کے احوال کی طرف توجہ دلانا۔ نبی کو پہلے نبوت دی گئی پھر تبلیغ کا کام سپرد کیا گیا اسی لیے حدیث پاک میں ہے: إنما بعثت معلما (ابن ماجۃ: ۲۲۹) و فی روایة: إنما بعثت مبلغا. (مفھومہ عن عائشہ انما بعثنی اللہ مبلغا: ۴۴۰۴/ الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر) معلوم ہوا تبلیغ اٹکل پچو سے نہیں ہوتی، بلکہ علم کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ پہلے علم کا درجہ ہے پھر تبلیغ کا درجہ ہے۔ نیز تبلیغ وہی معتبر ہے جو علم کے مطابق ہو ورنہ تبلیغ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ بہر حال اگر آپ مغفرت و اجر کے طالب ہیں تو خشیت پیدا کرنی ہوگی۔ اور خشیت اہل اللہ کی محبت سے یا سید السادات حضرت رسول اکرم ﷺ کی محبت سے۔ اور محبت آپ ﷺ کے احسانات کو سوچ کر آئے گی۔

محبت کے اسباب:

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: محبت کے تین اسباب ہے (۱) جمال (۲) کمال (۳) احسان (نوال)

الإنسان عبد الإحسان ایک روایت میں جُبِلَتِ القلوب علی حب من أحسن إلیھا. (احیاء علوم الدین ۴/ ۲۹۸)

مامون رشید سے اس کے وزیر برمکی نے کہا کہ تم میرے بیٹے سے محبت کرو تو مامون نے کہا کہ میں تو تم کو سمجھدار

سمجھتا تھا۔ یہ تو غیر اختیاری ہے۔تو وزیر نے کہا کہ ہاں! یہ صحیح ہے،لیکن آپ میرے بیٹے کے ساتھ احسان کا برتاؤ کریں،تو اس کو آپ سے محبت ہو جائے گی۔ بہر حال یہ ایک فطری چیز ہے۔لہٰذا جب آپ ﷺ کے احسانات کو سوچیں گے،تو آپ ﷺ سے کیوں محبت نہ ہوگی۔ جو أنا سید و لد آدم (مسلم:۲۲۷۸) ہونے کے باوجود سجدہ میں ام سلمہ، عائشہ رضی اللہ عنہما کے بجائے یا ربی أمتی، یا ربی أمتی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو مناتے ہوں ان سے امت کیوں محبت نہ کرے گی۔

پیش کش: عباس بن یوسف

خادم: جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ بھروچ گجرات